

محببت نے اس

لڑکی کی جان  
لے لی تھی۔ اسے  
جیتے جی تو کوئی  
سمجھ نہ سکا تھا شاید  
اب اس کی موت  
کے بعد کوئی اسے  
سمجھ پاتا۔

از ماہم انصاری

# اگر اور جیتے رہتے

اگر اور جیتے رہتے

مجھے اس شخص سے اتنی محبت ہے  
کہ جیسے سیپ کو بارش کی بوندوں سے  
کہ جیسے چاند کو سورج کی کرنوں سے  
کہ جیسے تیلیوں کو پھول کی رنگت لگاتی ہے  
کہ جیسے جگنوؤں کو رات آٹھل میں سجاتی ہے  
کہ جیسے موت کے بستر پر کچھ پل سانس کی چاہت  
کہ جیسے لمس عیسیٰ سے ملے بیمار کو راحت  
کہ جیسے غم کے ماروں سے ہو غم خوار کا رشتہ  
کہ جیسے دھوپ سے ہو سایہ دیوار کا رشتہ  
کہ جیسے بالری کی لئے پی سانس لیت نبی ہیں

لاڈلی گرافکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ویب اسپیشل ناول)

اگر اور جیتے رہتے

از ماہم انصاری

ماہم انصاری نے یہ ناول (اگر اور جیتے رہتے) صرف اور صرف نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔ اس ناول (اگر اور جیتے رہتے) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایر میگزین

\*\*\*\*\*

"اماں میں اندر آ جاؤں؟" وہ اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی ایک دینی کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھیں جب فائز نے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔

"ہاں ہاں! آؤ بیٹا" چشمے کے پیچھے سے فائز کو دیکھتی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" فائز نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے خالدہ بیگم کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

"اب بہت بہتر محسوس کر رہی ہوں۔ تم کہاں تھے صبح سے؟" انہوں نے اس کے تھکے چہرے کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"آپ کے پاسپورٹ اور ویزا کے سلسلے میں گیا ہوا تھا۔ امید ہے کہ جلد تیار ہو جائے"

"میں ٹھیک ہوں فائز! لندن جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں علاج ہو تو رہا ہے اور

اچھا علاج ہو رہا ہے۔ کیوں اپنے اخراجات بڑھانا چاہتے ہو؟" انہوں نے نرمی سے فائز کے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں اس علاج سے مطمئن نہیں ہوں۔ وہاں جو سہولیات میسر ہیں وہ یہاں کہاں؟

علاج کے بہانے ہم گھوم پھر بھی لیں گے"

"ارے بیٹا! اس عمر میں، میں کہاں چلوں پھروں گی؟"



"اس عمر میں؟ ارے اماں! ابھی تو آپ کے چلنے پھرنے کے دن ہیں بلکہ اچھلنے کودنے کے دن ہیں" وہ بہت سنجیدگی سے مذاق کر رہا تھا۔ خالدہ بیگم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں کل ہی تو میں نے چلنا سیکھا ہے" وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئیں۔ اس دفعہ ان کے ساتھ ساتھ فائز بھی ہنس پڑا تھا۔

"اماں!" وہ ناجانے کتنی دیر سوچوں کے بھنور میں ڈوبتی ابھرتی رہتیں جب حامد نے انہیں پکارا۔ انہوں نے چونک کر دروازے میں کھڑے حامد کو دیکھا۔

"آپ کے لیے فون ہے" اس نے فون خالدہ بیگم کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔ انہوں نے بغیر کوئی سوال کیے اس کے ہاتھ سے فون لے کر کان سے لگالیا۔

\*\*\*\*\*

فائز کی گاڑی دائیں جانب ٹرن لے رہی تھی جب اس نے سامنے سے گزرتی ٹیکسی کو ہاتھ دے کر روکا۔

"اس بی۔ ایم۔ ڈبلیو کا پیچھا کریں پلیز!" زویا نے التجائیہ انداز میں ڈرائیور سے کہا۔

ڈرائیور نے ایک نظر اسے دیکھا جو شکل سے شریف نظر آرہی تھی۔

"سوری باجی! میں ایسے کاموں میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا" ڈرائیور کا لہجہ بے لچک تھا۔

"میں کوئی کر منل نہیں ہوں۔ وہ میرا شوہر ہے" ڈرائیور کے انداز نے زویا کا دماغ الٹ دیا تھا۔ وہ اپنی عادت کے برعکس تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

فائز کی گاڑی لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی جا رہی تھی اور آس پاس کوئی دوسری ٹیکسی بھی موجود نہیں تھی۔

اس کا جواب سن کر ڈرائیور نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ تیزی سے اندر بیٹھ گئی۔ یہ بھی زویا کی خوش قسمتی تھی کہ دائیں ٹرن کے بعد کافی دور تک کوئی ٹرن نہیں تھا ورنہ شاید وہ فائز کے تمام نشانات کھو چکی ہوتی۔

ٹیکسی فائز کی گاڑی سے نپے تلے فاصلے پر چل رہی تھی۔ اس دوران زویا نے اپنی چادر چہرے کے گرد کچھ اس انداز میں لپیٹ لی کہ اگر فائز اسے دیکھ بھی لیتا تو کبھی پہچان نہیں سکتا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ آپ سچ کہہ رہی ہیں" اس کم عمر ڈرائیور کی آنکھوں میں شک اب بھی موجود تھا۔ وہ ایک دبلا پتلا صاف رنگت اور گھنے بالوں والا لڑکا تھا۔ اس کی عمر اکیس

یا بیس کے آس پاس رہی ہوگی مگر اس میں کم عمر لڑکوں جیسی بے ساختگی موجود نہیں تھی۔ وہ اپنے اطوار سے اپنی عمر سے کہیں بڑا محسوس ہوا۔

"اب میں تمہیں اپنا نکاح نامہ تو دکھانے سے رہی" وہ بری طرح تلملا گئی۔ ناجانے یہ ٹینشن تھی یا بے بسی یا پھر کوئی انہونی ہو جانے کا خوف جو غصے کی صورت باہر نکل رہا تھا۔

"اللہ ایسی بیوی مجھے کبھی نادینا" ڈرائیور نے بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں دعا کی۔ وہ بھی بہت جلد رائے قائم کر لینے والوں میں سے ثابت ہوا تھا۔

تعاقب اب بھی جاری تھا۔ زویا کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ ایئر پورٹ کا راستہ نہیں تھا۔ جیسا کہ فائز نے اسے بتایا تھا اس کے مطابق تو فائز کو ایئر پورٹ جانا چاہیے تھا مگر یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ وہاں نہیں جا رہا تھا۔ زویا کو یہ جان کر حیرت نہیں ہوئی تھی۔

وجدان اور فائز کی گفتگو سے اسے پہلے ہی یہ اندازہ ہو چکا تھا مگر وہ حقیقت میں کہاں جا رہا تھا یہ جاننا بھی باقی تھا۔

\*\*\*\*\*

"ہیلو!" خالدہ بیگم نے فون کان سے لگا کر حامد کو جانے کا اشارہ کیا۔

"اسلام علیکم اماں" اسپیکر سے فائز کی آواز ابھری۔ ان کے اعصاب تن گئے۔

"وعلیکم اسلام" ان کا لہجہ ہر احساس سے عاری تھا۔ لندن سے واپسی کے بعد ان کی پہلی دفعہ بات ہو رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میرا گناہ معافی کے قابل نہیں ہے۔ میں آپ کا گناہ گار ہوں، ظالم ہوں۔ آپ کی ہر تکلیف کا ذمہ دار ہوں مگر پھر بھی میں آپ سے معافی طلب کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے میں عازنہ کے بعد ایک لمحہ بھی سکون سے نہیں گزار سکا۔ وہ میری محبت ہے۔ آج بھی صرف وہ ہی میرے دل میں بستی ہے۔ اماں! میرے بس میں ہوتا تو میں اپنی جان دے کر اسے واپس لے آتا۔ میرا یقین کریں اس کے بغیر میں ایک لمحہ بھی خوش نہیں رہ سکا۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔ اسے میری آخری خواہش سمجھ کر مجھے معاف کر دیں" اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی بھی شامل تھی۔ وہ التجاء کر رہا تھا، گڑ گڑا رہا تھا مگر خالدہ بیگم کو ایک لمحہ کے لیے بھی اس پر رحم نہیں آیا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے تو اپنی بیٹی کا بستر پر پڑا مردہ جسم گھوم رہا تھا۔ بے بس ولاچار!

انہوں نے خاموشی سے فون بند کر کے ایک سمت ڈال دیا۔

\*\*\*\*\*

فائز بہت ریش ڈرائونگ کر رہا تھا۔ تیزی سے دوڑتی گاڑی کو دیکھ دیکھ کر زویا کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپے جا رہا تھا۔ اسے بار بار یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی انہونی

ہونے کو ہے۔ وہ دل ہی دل میں ہزاروں دعاؤں کا ورد کیے جا رہی تھی۔ بلاآخر فائز نے گاڑی ایک ہسپتال کے پارکنگ ایریا میں پارک کر دی۔

"ہسپتال؟" وہ بھنویں سکوڑ کر بے یقینی سے بڑبڑائی۔ ڈرائیور نے ایک دفعہ پھر اسے

بیک ویو مرر میں دیکھا مگر کچھ بولا نہیں۔ وہ فائز کو گاڑی سے اتر کر ہسپتال کے اندر

جاتے دیکھتی رہی۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی وہ ٹیکسی سے اتر آئی۔

ڈرائیور کو پیسے ادا کر کے وہ سست قدموں سے ہسپتال کی سیڑھیوں کی سمت بڑھ رہی

تھی۔ اسے آنے والے لمحوں کا خیال ہی خوفزدہ کیے دے رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے ان کا کوئی دوست یہاں کام کرتا ہو اور فائز اس سے ملاقات کے لیے یہاں

آئے ہوں" اس نے خود کو تسلی دی۔

ہسپتال کے اندر پہنچ کر وہ پرسونل انداز میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ریسپشن کی سمت

بڑھی۔

"یہاں فائز میر کی کوئی اپائنٹمنٹ ہے؟" دھڑکتے دل کے ساتھ زویا نے استفسار کیا

"میں چیک کر کے بتاتی ہوں" کاؤنٹر کے دوسری سمت موجود لڑکی کمپیوٹر کی طرف

گھومتے ہوئے گویا ہوئی۔ زویا کا دل شدت سے دعا کر رہا تھا کہ اسے نفی میں جواب

ملے۔



"جی ہاں! فائز میر کے ڈاکٹر سہیل سے اب سے پانچ منٹ بعد کی اپائنٹمنٹ ہے۔ آج سرجری ہے ان کی۔ آپ کون ہیں؟" اس نے زویا کی امید کے خلاف تفصیل سے جواب دیا۔ اس کے جواب نے زویا کے اندر موجود تمام توانائی جیسے نچوڑ کر رکھ دی تھی۔ وہ کوئی جواب دیے بنا بمشکل اپنا بوجھ سنبھالے ایک سمت قطار میں لگی کر سیوں کی سمت بڑھ گئی۔ لڑکی دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔ زویا کتنی ہی دہر بغیر حس و حرکت بیٹھی رہی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بہت آہستگی سے دھیرے دھیرے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑے جا رہا ہو۔ اس کا چہرہ خطرناک حد تک پیلا پڑتا جا رہا تھا۔ کرسی سے پشت ٹکائے وہ بمشکل خود کو سنبھالنے کی کوشش کیے جا رہی تھی۔

"پانی؟" اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ادھیڑ عمر کی عورت نے ٹھنڈے پانی کی بوتل اس کی سمت بڑھائی۔ زویا نے خاموشی سے بوتل تھام لی۔ پانی پی کر جیسے ذہن کو سکون ملنے لگا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے خود کو دوبارہ سوچنے سمجھنے کے قابل محسوس کرنے لگی تھی۔ حالت سنبھلنے کے بعد وہ خود کو گھسیٹتی دوبارہ کاؤنٹر کی سمت چلی آئی۔

"کیا آپ مجھے ان کے آپریشن روم کا راستہ بتا سکتی ہیں؟" زویا نے رسیپشن پر موجود لڑکی سے دریافت کیا۔

"آپ کون ہیں ان کی؟" اس نے دوبارہ وہی سوال دوہرایا تھا۔

"میں بیوی ہوں فائز کی" زویا کی پلکیں ایک دفعہ پھر نم ہونے لگیں۔ اس کا جواب سنتے ہی رسیشنسٹ کی آنکھوں میں زویا کے لیے ہمدردی نظر آنے لگی۔ وہ نرمی سے اسے راستہ سمجھانے لگی۔ اس کا شکریہ ادا کر کے وہ عجلت میں آپریشن روم کی سمت چل دی مگر آپریشن روم سے ایک مخصوص فاصلے پر اسے رک جانا پڑا۔ وہ اس سے آگے نہیں جا سکتی تھی۔ وہاں خالی کاریڈور میں تنہا بیٹھ کر انتظار کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ اس کا دل درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ سب سے زیادہ افیت تو اس بات کی تھی کہ فائز نے اسے بھی اپنے اس مشکل وقت کا شریک بنانے کے لائق نہیں سمجھا تھا جبکہ وہ تو اس کی شریک حیات تھی۔ اسے وجدان سے کہی گئیں فائز کی باتیں یاد آنے لگیں اور زویا کی افیت میں مزید اضافہ ہونے لگا۔ وہ فائز کی بیماری کے بارے میں جانتی تھی مگر اس نے زویا کو اپنے آپریشن کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ وہ سنسان کاریڈور میں پڑی خالی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی خود کو ہمیشہ سے زیادہ تنہا محسوس کر رہی تھی۔

\*\*\*\*\*

دن شام میں اور شام رات میں ڈھل گئی مگر ڈاکٹر کی سمت سے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا۔ وہ ہسپتال کے سرد کاریڈور میں بے چین دل کے ساتھ تنہا بیٹھی تھی۔ دعاؤں کا ورد کرتی زبان ایک پل کے لیے بھی نہیں رکی تھی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا ہسپتال کی سفید دیواریں اسے مزید وحشت میں مبتلا کیے دے رہی تھیں۔ وہ ایک ہی زاویے سے بیٹھی آنسوؤں کو اندر ہی کہیں روکے مسلسل دعائیں مانگے جا رہی تھی جب اس کا فون اپنے مخصوص انداز میں بج اٹھا۔ زویا نے خالی خالی نظروں سے چمکتی اسکرین کو دیکھا۔

"اماں کالنگ!" بے اختیار اس کے سینے سے ایک گہرا سانس خارج ہوا۔ وہ انہیں بغیر بتائے عجلت میں فائز کے پیچھے گھر سے نکلی تھی اور اب تک زویا کو انہیں خبر کرنے کا خیال نہیں آیا تھا۔ وہ یقیناً پریشان ہوں گی مگر اس وقت تو ان سے کہیں زیادہ زویا خود پریشان تھی۔ اس نے کال رسیو کر کے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو زویا! کہاں ہو بیٹا؟" انہوں نے چھوٹے ہی استفسار کیا۔ خالدہ بیگم کے لہجے سے ہی ان کی پریشانی نمایاں تھی۔ ان کی آواز سنتے ہی اسے ایسا لگا جیسے اچانک اسے تنہائی کے دشت میں کوئی اپنا نظر آ گیا ہو۔ جیسے عرصہ بعد اچانک رونے کے لیے کوئی کاندھا میسر آ گیا ہو۔ جیسے اجنبی شہر میں کوئی اپنا مل گیا ہو۔

"اماں! زویا انہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ کس تکلیف سے گزر رہی ہے مگر آنسو جیسے حلق میں اٹک کر رہ گئے تھے۔

"کیا ہوا ہے زویا؟ تم ٹھیک ہو؟" زویا کے اس طرح رونے سے خالدہ بیگم کے اوسان خطا ہونے لگے۔

"اماں! فائز..... ان کی سرجری...!" الفاظ بے ترتیب ہو کر اس کی زبان سے ادا ہو رہے تھے۔

"فائز؟ کیا ہوا ہے فائز کو؟" خالدہ بیگم فوری طور پر کچھ سمجھنا سکیں۔ وہ سوال کر رہی تھیں مگر زویا خواہش کے باوجود جواب نادے پار ہی تھی۔

"زویا تم کہاں ہو اس وقت؟"

"میں پمس میں ہوں" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"تم پریشان مت ہو۔ ہم پہنچ رہے ہیں فوراً" انہوں نے زویا کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔ زویا بھی فون بند کر کے دوبارہ شدت سے دعائیں مانگنے میں مصروف ہو گئی۔

\*\*\*\*\*

رات کے دس بج رہے تھے جب اس نے خالدہ بیگم کو کاریڈور میں داخل ہوتے دیکھا۔ ان کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ وہ تیز تیز چلتی زویا کی سمت چلی آرہی تھیں۔ حامد بھی ان کے ساتھ تھا۔

"کیا ہوا ہے فائز کو؟" انہوں نے پریشانی سے استفسار کیا۔ وہ بغیر کوئی جواب دیے خالی خالی نظروں سے خالدہ بیگم کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"زویا! کیا ہوا ہے فائز کو؟" انہوں نے زویا کا کندھا ہلا کر توجہ دلانے کی کوشش کی۔ "انہیں کئی مہینوں سے ہیلیو سنیشن کی بیماری تھی جو وقت کے ساتھ اتنی بڑھ گئی کہ سر جری کرنی پڑی" اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔ رورو کر تمام آنسو سوکھ چکے تھے۔ اب تو ایسا لگ رہا تھا جیسے تمام احساسات برف کی مانند سرد پڑتے جا رہے ہوں۔

"کئی مہینوں سے!" خالدہ بیگم نے اچنبھے سے یہ الفاظ دہرائے پھر گرنے کے سے انداز میں اس کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گئیں۔ حامد بھی حیرت زدہ سا کھڑا تھا۔

"ڈاکٹر کیا کہتے ہیں زویا باجی؟"

"سر جری عافیت کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے مگر ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ان کی دماغی حالت کا اندازہ تو فائز کے ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔ ویسے تو ڈاکٹر پر امید ہیں مگر جانے کیوں مجھے خوف آرہا ہے" میکا نکی انداز میں حامد کا جواب دیتے



ہوئے وہ آخر میں رنجیدہ ہو گئی۔ حامد ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔ خالدہ بیگم خاموشی سے دعاؤں کا ورد کیے جا رہی تھیں۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر انہیں اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے۔

"یہ سب زویا کی وجہ سے ہے۔ مجھے زویا کی پریشانی سے تکلیف ہو رہی ہے" انہوں نے دل ہی دل میں خود کو تسلی دی۔

حامد ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ جب وہ کچھ لمحوں بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں اسٹیکز کے چند پیکٹس تھے جو اس نے زویا کی سمت بڑھا دیے۔

"میں اور اماں تو کھانا کھا کر آئے ہیں زویا باجی! مگر آپ صبح سے نکلی ہوئی ہیں اور مجھے یقین ہے آپ نے کچھ کھایا بھی نہیں ہوگا۔ یہ سینڈویچز اور چپس کھالیں۔ اس کے بعد اماں لے ساتھ گھر واپس چلی جائیں۔ حماد اور سعید بھی پریشان ہو رہے ہوں گے۔ میں یہاں فائز بھائی کے پاس رکتا ہوں۔ ویسے بھی ابھی ہمیں ملنے کی اجازت نہیں ہے۔

میں معلوم کر کے آیا ہوں۔ جب تک انہیں ہوش نہیں آتا ہمیں ملنے نہیں دیا جائے گا" حامد کے لہجے میں خلوص تھا۔ وہ فائز کے ساتھ ساتھ زویا کا بھی مقروض تھا۔ زویا کے آنے کے بعد سے ہی وہ نوکروں کی لسٹ سے نکل کر گھر کے افراس کی لسٹ میں شامل ہو گیا تھا۔ وہ ایک دبلا پتلا کم عمر لڑکا تھا جو اپنے تمام خواب زمین میں کہیں بہت اندر

دفن کر کے نوکری کی تلاش میں نکلا تھا اور فائز کے گھر پہنچ گیا تھا مگر اب وقت بدل چکا تھا۔ وہ زویا ہی تھی جس نے حامد کو اپنے تمام خواب پورے کرنے کا راستہ دکھایا تھا۔ اسی کی مدد سے وہ دوبارہ اپنی پڑھائے شروع کر سکا تھا۔

"شکریہ حامد!" زویا نے امید کے برعکس بغیر کوئی بحث کیے پیکیٹس تھام لیے مگر کچھ بھی کھانے کی کوشش نہ کی۔ حامد ان کے مقابل ایک قطار میں دیوار سے لگی متصل کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔

"زویا!" خالدہ بیگم کی پکار پر وہ ایسے چونکی جیسے نیند سے جاگی ہو۔

"کھالو بیٹا!" انہوں نے نرمی سے زویا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا حوصلہ بڑھایا۔

اس نے کچھ کہنے کے بجائے خالدہ بیگم کے کاندھے پر سر رکھ دیا۔ خالدہ بیگم کا دل مزید بوجھل ہونے لگا۔

\*\*\*\*\*

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ عجب سے شور سے کھلی تھی۔ وہ ان قطار میں لگی متصل کرسیوں میں سے ایک پر بہنا بیٹھی تھی۔ خالدہ بیگم کو اس نے پہلے ہی منت سماجت کر کے گھر بھیج دیا تھا۔ وہ تو زویا کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھیں مگر ان کی لاکھ کوششوں کے باوجود وہ گھر جانے پر رضامند نہ ہوئی۔ حامد اس کے ساتھ ہی رک

گیا تھا۔ اماں کے جانے کے بعد وہ کرسی کی بیک سے سرٹکا کر آنکھیں موندے دعائیں پڑھتی رہی تھی۔ ایسے میں کب اس کی آنکھ لگ گئی اسے معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

زویا نے وقت دیکھنا چاہا مگر عجلت میں گھر سے نکلتے وقت وہ گھڑی پہننا بھول گئی تھی۔ اس کا فون بھی ڈسچارج ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے ارد گرد نظریں دوڑائیں۔ حامد سامنے دیوار سے لگی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا سو رہا تھا۔ حامد کے قریب کچھ نئے چہرے نظر آئے۔ شاید کوئی نیا پیشنٹ آیا تھا اور اسی شور سے زویا کی آنکھ کھل گئی تھی۔

گرمیوں کا موسم تھا مگر اسے سردی محسوس ہو رہی تھی۔ زویا نے اپنی چادر کچھ اور پھیلا کر اوڑھ لی پھر دوبارہ پہلے سے انداز میں بیٹھ کر سونا چاہا مگر نیند کسی ضدی بچے کی طرح روٹھ چکی تھی۔ دل عجیب طرح سے بو جھل ہو رہا تھا۔ وہ بو جھل دل لیے عمارت سے باہر چلی آئی۔ مصنوعی روشنیاں رات کی تاریکی کو مات دینے کی سرٹوڑ کوششوں میں مصروف تھیں اور کسی حد تک کامیاب بھی ہو چکی تھیں۔ صبح والا شور خاموشی میں ڈھل چکا تھا۔ لوگوں کا رش بھی اتنا نہیں رہا تھا۔ دور کینٹین کی لائٹس آن تھیں۔ وہ ہسپتال کے لان میں موجود ایک سمنٹ کی بنیچ پر بیٹھ گئی۔ دھیمک سرد ہوا اس کی سیاہ چادر کے ساتھ اٹھکھیلیاں کیے جا رہی تھی۔ وہ ساکت بیٹھی آسمان میں ٹمٹماتے ستاروں

کو دیکھے گئی۔ اس کی امید بھی اس پل ستاروں کی سی محسوس ہو رہی تھی۔ کبھی جل اٹھتی اور کبھی بجھنے لگتی۔

"یا اللہ! یکایک زویا کی آنکھوں میں آنسو اڑ آئے۔ وہ جو سوچ رہی تھی کہ آنسوؤں کا دریہ خشک ہو چکا ہے اپنے رب کو پکارتے ہوئے دوبارہ رو پڑی۔

"میرا مزید امتحان نالیں۔ آپ بہت رحیم ہیں، بہت کریم ہیں۔ اپنی رحمت کے واسطے سے ہم پر رحم فرمائیں۔ یارب! آپ کا بہت احسان ہے۔ آپ نے ہمیں بہت کچھ بن مانگے نوازا ہے مگر آج میں جس شخص کے لیے آپ سے سوال کر رہی ہوں وہ اس دنیا میں میرے لیے سب سے قیمتی ہے۔ میں اس کے بغیر ٹوٹ جاؤں گی۔ یارب! اس کے بغیر میں، میں نہیں رہوں گی۔ یا اللہ! اسے معاف فرمادیں۔ اور بے شک آپ بہت معاف فرمانے والے ہیں" زویا کی آنکھوں سے آنسو ایک تو اتر سے بہہ رہے تھے اور وہ بے آواز دعا کیے جا رہی تھی۔

"یا اللہ! یا الرحمن الرحیم! اسے صحت عطا فرمائیں۔ اسے لمبی زندگی عطا فرمائیں۔ اسے خوشیاں عطا فرمائیں۔ اس کے تمام زخموں کو بھر دیں یارب! اسے دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرمائیں۔ جس طرح آپ نے اس کو اچانک مجھے سونپ دیا اسی طرح مجھے تاعمر اس کا ساتھ نصیب فرمائیں" جیسے جیسے وہ دعا مانگتی جا رہی تھی اس کا دل پر سکون

ہوتا جا رہا تھا اور کہتے ہیں جب دعا کے بعد دل پر سکون ہو جائے تو وہ دعا کی قبولیت کا اشارہ ہوتا ہے۔

\*\*\*\*\*

حماد اسکول جانا تو نہیں چاہتا تھا مگر انہوں نے کسی طرح اسے سمجھا بچھا کر اسکول بھیج دیا تھا۔ پچھلی رات سے وہ انہیں کے ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ سونے کے لیے بھی اپنے کمرے میں نہیں گیا تھا۔ وہ اسے اس ٹینشن زدہ ماحول سے نکالنا چاہتی تھیں۔ کچھ دیر کے لیے ہی سہی وہ اسکول میں خود کو نارمل محسوس کر سکتا تھا۔ چونکہ ایدار سعید کے ہاتھوں زویا اور حامد کا کھانا بھیجنے کے بعد وہ نماز کی تیاری کر رہی تھیں کہ فون بج اٹھا۔ انہوں نے تولیہ کرسی کی پشت پر لٹکا کر میز پر دھرا فون اٹھالیا۔

"اسلام علیکم!" زویا کی آواز اسپیکر سے ابھری۔

"وعلیکم اسلام بیٹا! سب خیریت ہے؟" اس کی بھرائی ہوئی آواز سن کر خالدہ بیگم کا دل کانپنے لگا تھا۔ انہوں نے فکر مندی سے استفسار کیا۔

"نہیں اماں! فائز کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے اگر اٹھارہ گھنٹوں میں انہیں ہوش نہ آیا تو....." آواز رندھ جانے می وجہ سے وہ جملہ مکمل ناکر سکی تھی۔ خالدہ



بیگم کو زمین و آسمان کی گردش رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ انہوں نے بے اختیار قریب موجود کرسی کا سہارا لیا۔

"اماں پلیزان کے لیے دعا کریں۔ میں یہ سب نہیں سمجھ سکتی" وہ ضبط کھو کر بری طرح روئے جا رہی تھی۔ خالدہ بیگم اسے تسلی دینا چاہتی تھیں مگر الفاظ جیسے حلق میں اٹک کر رہ گئے تھے۔ پلکیں تھیں کہ تیزی سے نم ہوئی جا رہی تھیں۔

"اماں آپ سن رہی ہیں؟" دوسری طرف وہ ان کی خاموشی کو محسوس کر کے پوچھ رہی تھی۔ خالدہ بیگم ہنوز ساکت بیٹھی رہیں۔

"اماں!" وہ انہیں پکارتی رہی پھر کچھ دیر بعد فون بند ہو گیا۔ وہ میکا کی انداز میں فون میز پر رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"اماں فائز کو معاف کر دیں" انہیں پھر وہی خواب یاد آ گیا جو پچھلے تین دنوں سے انہیں ستا رہا تھا۔

"میں نے فائز کو معاف کیا۔ آپ بھی انہیں معاف کر دیں اماں"

"آپ ان کے احسانات پر نظر ڈالیں جو انہوں نے آپ پر کیے" خالدہ بیگم نے کرسی کی پشت سے سر اٹھا کر آنکھیں موند لیں۔

"چلیں آج آپ میرے ہاتھوں سے کھانا کھائیں گی" وہ ٹرے اٹھائے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم نے کھایا؟" انہوں نے ٹرے پر ایک نظر ڈال کر استفسار کیا۔  
 "نہیں! آپ کے بنا کیسے کھا سکتا ہوں؟" خالدہ بیگم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔

"یہ لیں آپ کی کافی! میں نے آپ کے لیے چینی زیادہ ڈلوادی ہے" ان کے ذہن میں ایک اور یاد تازہ ہوئی۔

"اگر میری ماں زندہ ہوتیں تو وہ یقیناً آپ جیسی ہی ہوتیں" خالدہ بیگم کے ہونٹوں کو طنزیہ مسکراہٹ چھو گئی۔

"اماں مجھے معاف کر دیں۔ جب تک آپ مجھے معاف نہیں کریں گی مجھے سکون حاصل نہیں ہو سکے گا" ان کی مسکراہٹ میں اب دکھ کی جھلکیاں بھی نظر آنے لگی تھیں۔ ان کی بند پلکوں کے پار فائز کا چہرہ گھوم رہا تھا اور کانوں میں بس ایک آواز گونج رہی تھی۔  
 "اماں فائز کو معاف کر دیں" خالدہ بیگم کا دل بری طرح گھبرانے لگا تھا۔

"مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ ہاں! مجھے اپنے شوہر سے محبت ہے"  
 "زویا! ان کے لب بے آواز ہلے۔

"اماں فائز کو معاف کر دیں" انہوں نے گہرا کر آنکھیں کھول دیں۔ مختلف آوازوں کی بازگشت انہیں بری طرح ڈسٹرب کر رہی تھی۔ خالدہ بیگم کو اپنی اس کیفیت سے الجھن ہونے لگی۔ وہ جو محسوس کر رہی تھیں وہ محسوس نہیں کرنا چاہتی تھیں کیونکہ اس دفعہ دکھ اور اذیت کی کیفیت زویا کے لیے نہیں تھی۔ وہ ہمت مجتمع کر کے اٹھیں اور قریب موجود جائے نماز اٹھا کر ایک سمت چل دیں۔

\*\*\*\*\*

وہ صبح سے مصلے پر بیٹھی دعائیں مانگے جا رہی تھی۔ جتنی دفعہ آئی سی سی یو کے پار سے وہ فائز کا چہرہ دیکھتی اس کی دعاؤں میں مزید تیزی آ جاتی۔ اماں نے جو لہجہ بھیجا تھا وہ جوں کا توں رکھا ہوا تھا۔ حالانکہ حامد اسے لہجہ کر لینے کی تاکید کر کے گیا تھا مگر زویا کو تو جیسے کچھ ہوش ہی نہیں تھا۔ اس وقت وہ تنہا تھی۔ حامد کوئی کام نمٹانے کے لیے کچھ دیر پہلے ہی گھر گیا تھا۔ زویا کو یاد نہی۔ تھا کہ آخری بار وہ کب اس طرح روئی تھی۔ اتنا تو وہ اپنا گھر، اپنے خواب چھن جانے پر بھی نہیں روئی تھی۔ اتنا تو شاید وہ اپنے والدین سے بچھڑنے پر بھی نہیں روئے تھی۔ اذیت تب بھی بہت تھی مگر اس وقت اس نے خود کو اتنا کمزور نہیں پایا تھا۔

وہ مصلہ بچھائے دعا مانگنے میں محو تھی اور کرسی پر رکھے بیگ میں موجود فون مسلسل بجے جا رہا تھا۔ فون کی تیز رنگ ٹون بھی اس کو اپنی سمت متوجہ کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

"اللہ خیر کرے! صبح سے فون ہی نہیں اٹھا رہی" خالدہ بیگم کا دل مزید بے چین ہونے لگا۔

"اماں ہم چلتے ہیں وہاں۔ مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے" حماد پریشان کن لہجے میں گویا ہوا۔ اس کے معصوم چہرے پر اس وقت بے پناہ فکر مندی صاف دیکھی جاسکتی تھی۔

"نہیں بیٹا! ابھی تو تم اسکول سے آئے ہو۔ فریش ہو جاؤ۔ اس کے بعد اپنے بھائی کے لیے دل لگا کر دعا کرنا۔ یہ دعا ہی ہے جو ہماری مشکلوں کو آسانی میں بدل سکتی ہے۔ ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہے۔ آسمان سے دسترخوان اتروا سکتی ہے۔ گزرا وقت لوٹا سکتی ہے۔ باقی سب تو غیر یقینی چیزیں پوتی ہیں۔ یقینی شے تو دعا ہے۔ اللہ رب العزت دعائیں رد نہیں کرتے۔ بس بندے کو اس کی ذات پر یقین ہونا چاہیے۔ جاؤ شاباش!"

انہوں نے اپنے ازلی نرم انداز میں حماد کو سمجھایا۔ حماد نے پریشانی کے عالم میں نوٹ نہیں کیا تھا کہ ان کے لہجے میں فائز کے لیے جو نفرت پچھلے دنوں محسوس ہونے لگی تھی وہ مفقود تھی۔

"اماں! فائز بھائی ٹھیک ہو جائیں گے نہ؟" حماد کی آنکھوں میں امید کی لوٹمٹمار ہی تھی۔

"ہاں بیٹا! دعائیں رد نہیں کی جاتیں اور خصوصیت سے بچوں کی دعا تو ضرور قبول ہوتی ہے" انہوں نے حماد کا ہاتھ تھام کر اسے یقین دلایا۔ حماد مضبوطی سے یقین کا سرا تھامے تیزی سے اپنے کمرے کی سمت دوڑ گیا۔ خالدہ بیگم خاموش نظروں سے اسے جاتا دیکھتی رہیں۔

\*\*\*\*\*

آئی سی سی یو میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ فائز ہسپتال کے لباس میں بیڈ پر سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ اس کی پلکیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں۔ اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ زویا اس سے کچھ فاصلے پر موجود صوفے پر بیٹھی دل ہی دل میں دعائیں مانگے جا رہی تھی۔ گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک اس کی سماعتوں کو بے حد ناگوار گزر رہی تھی۔ اس کا بس چلتا تو وقت کو وہیں روک دیتی۔ ہر گزرتا لمحہ اس کے دل کے بوجھ کو مزید بڑھائے جا رہا تھا۔ اس نے دعائیں مانگتے ہوئے ایک ناپسندیدہ نظر گھڑی پر ڈالی اور یکایک اس کی آنکھوں کی اداسی میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ ملاقات کا وقت ختم ہونے والا



تھا۔ اس کے بعد وہ شام کو ہی فائز کو دیکھ پاتی۔ پمس کا یہی قاعدہ تھا۔ وہ اپنی مرضی کے وقت میں فائز کو دیکھنے نہیں جاسکتی تھی۔ اس کے لیے مقررہ وقت کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ وہ صوفے سے اٹھ کر دھیمے قدموں سے فائز کے بیڈ کی سمت چلی آئی۔ اس کے پاؤں کے قریب کھڑی ہو کر نرم آنکھوں سے اس ماچہرہ دیکھے گئی۔ وہ محض دو دنوں میں پہلے سے کہیں زیادہ کمزور ہو گیا تھا۔ گالوں کی ہڈیاں واضح طور پر ابھر آئی تھیں۔ خوبصورت لانی پلکیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ زرد چہرہ برسوں کا بیمار لگتا تھا۔ ناجانے واقعی ایسا تھا یا ہسپتال کے لباس کی وجہ سے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ فائز کو سرجری کے بعد تھوڑی دیر کے لیے ہوش آیا تھا۔ وہ اس کے بعد سے اب تک یونہی بے ہوشی کی حالت میں سانس لے رہا تھا۔ اسے دیکھ کر زویا کی تکلیف کئی گنا بڑھ جایا کرتی تھی۔ اب بھی یہی ہوا تھا۔ وہ واپس پلٹنے ہی والی تھی کہ تھم سی گئی۔ اس نے بغور فائز کا چہرہ دیکھا اور یکا یک زویا کے تاثرات بدلنے لگے۔ فائز کی پلکوں میں جنبش ہو رہی تھی۔

فائز نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آس پاس کا منظر دھندلا سا پایا۔ اس نے پلکیں جھپکیں تو دھیرے دھیرے منظر صاف ہوتا گیا۔ سامنے ہی زویا اپنے چہرے پر حیرت و خوشی

کے ملے جلے تاثرات لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے کچھ دیر لگی تھی اس کی شناخت کرنے میں۔

"ز.... زویا! "فائز نے نقاہت زدہ آواز میں اسے پکارا۔ وہ تیزی سے اس کے قریب چلی آئی۔

"کچھ مت بولیں فائز! اپنے ذہن پر زور مت دیں۔ میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں" وہ آنکھوں میں آنسو لیے تیزی سے باہر بھاگی۔ فائز نے بمشکل گردن گھما کر اسے تیزی سے باہر جاتے دیکھا پھر گردن سیدھی کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ ابھی اس کا ذہن مکمل طور پر کام نہیں کر رہا تھا۔ بند پلکوں کے پار دھندلے مناظر میں بس ایک منظر تھا جو سب سے زیادہ واضح تھا۔ بستر پر پڑا سرخ رنگ میں ڈوبا وجود اور بے یقینی سے اسے تکتی گہری سیاہ آنکھیں!

\*\*\*\*\*

(جاری ہے)

\*\*\*\*\*

## نوٹ

اگر اور جیتے رہتے پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظر ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایر میگزین)

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی

ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے

ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات

کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین